جناب محمد یونس میو صاحب لیکچرار ڈسکہ

علماء دیوبند کی بارگاہ میں علامہ اقبال
کا
خراجِ تحسین

ایّام طالب علمی میں بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ایک خواب دیکھا کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پہ کھڑا ہوں اور مجھ سے نکل کر ہزاروں نہریں جاری ہو رہی ہیں اپنے استاذ حضرت مولانا مملوک علی سے ذکر کیا تو فرمایا تم سے علم دین کا فیض بکثرت جاری ہوگا۔ اور اس میں شک نہیں ہے کہ دارالعلوم دیوبند نے برصغیر پاک و ہند میں خصوصاً اور پورے عالم اسلام میں عموماً کتاب و سنت اور فقہ کی جو اشاعت کی ہے اس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ اور آج دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو حضرت نانوتویؒ کے خواب کا مصداق نہ بنا ہو (بیس بڑے مسلمان) جناب شورش نے کیا خوب کہا ہے۔

گونجے گا چار کھونٹ میں نانوتویؒ کا نام
بانٹا ہے جس نے بادۂ عرفانِ مصطفےٰؐ

اس مدرسہ کے جذبۂ عزت سرشت سے
پہنچا ہے خاص و عام کو فیضانِ مصطفےٰؐ (چہ قلندرانہ گفتم ص ۶۵)

مولانا ظفر علی خان فرماتے ہیں۔

شاد باش و شاد زی اے سرزمین دیوبند
دھر میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند
اس میں قاسمؒ ہوں کہ انور شاہؒ کہ محمود الحسنؒ!
سب کے دل تھے دردمند اور سب کی فطرۃ ارجمند

جناب سر سید احمد خان بانی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بانی دارالعلوم دیوبند کے بارے فرماتے ہیں "امام غزالیؒ کے بعد مولانا قاسم نانوتویؒ سے بڑا فلسفی پیدا نہیں ہوا۔"

محمد علی جناح جن کو دنیا قائداعظم کے نام سے جانتی ہے دیوبند کے عظیم مفسر قرآن۔ عالم متبحر جو ہزاروں کتابوں کے مصنف ہیں کے بارے فرماتے ہیں۔

"مسلم لیگ کے ساتھ ایک بہت بڑا عالم ہے جس کا علم و تقدس و تقویٰ تمام علماء پر بھاری ہے، وہ مولانا اشرف علی تھانوی ؒ ہیں جو چھوٹے سے قصبے میں رہتے ہیں ۔ مسلم لیگ کو ان کی حمایت کافی ہے اور کوئی موافقت کرے یا نہ کرے ہمیں پرواہ نہیں ۔"

(روئیداد ۔ مولانا ظفر احمد عثمانی ص۸)

اسی طرح ہر عالم اور عامی نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق دیوبند اور فضلائے دیوبند کو خراج تحسین پیش کیا ہے ۔ یہاں علامہ اقبال کے ان تاثرات کو بیان کیا جاتا ہے جن کا اظہار آپ نے گاہے بگاہے دارالعلوم دیوبند اور فضلاء دیوبند کے بارے میں کہا ہے، جس سے اقبال اور علماء حق کے باہمی تعلقات سے آگاہی ہوگی نیز جو لوگ علماء دیوبند پر علامہ اقبال ؒ اور قائداعظم کے حوالے سے تنقید کرنے کی کوشش کرتے ہیں شاید ان کی بھی کچھ تشفی ہوسکے گی ۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے بارے میں حسنِ ظن سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے ۔

۱۔ علامہ کے نزدیک برصغیر کے علماء اسلام دنیائے اسلام کی رہنمائی کے اہل تھے سید سلیمان ندوی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں ۔

"اس وقت مذہبی اعتبار سے دنیائے اسلام کی رہنمائی کی سخت ضرورت ہے اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ ہندوستان کے بعض علماء (مولانا ندوی ۔ سید انور شاہ) اس کام کو باحسن وجوہ انجام دے سکتے ہیں ۔" (اقبال نامہ حصہ اول ص۱۴۴)

۲۔ علامہ اقبال علماء کے انگریز دشمن کردار اور حریت پسندی سے خوش تھے ایک موقع انہوں نے فرمایا ۔

"ارباب دیوبند ہوں یا علما کی کوئی دوسری جماعت میرے دل میں ان کے جذبہ آزادی ۔ ان کی انگریز دشمنی اور دین کے لیے غیرت وحمیت کی بڑی قدر ہے ۔" (اقبال کے حضور ص۲۹۱)

۳۔ علامہ اقبال ؒ دارالعلوم دیوبند اور اس کے کردار سے متاثر تھے انہوں نے ایک بار کہا ۔

"دیوبند ایک ضرورت تھی اس سے مقصود تھا ایک روایت کا تسلسل وہ روایت جس سے ہماری تعلیم کا رشتہ ماضی سے قائم ہے ۔" (اقبال کے حضور ص۲۹۳)

۴۔ صاحب زادہ آفتاب احمد خان کے نام علوم اسلامیہ کے متعلق ان کے نوٹ کے جواب میں لکھا ۔

"میری رائے ہے کہ دیوبند اور ندوہ کے لوگوں کی عربی علمیت ہماری دوسری یونیورسٹیوں کے گریجویٹ سے بہت زیادہ ہوتی ہے ۔ نیز دیوبند اور لکھنؤ کے بہترین مواد کو بر سر کار لانے کی کوئی سبیل نکالی جائے ۔ (اقبال نامہ حصہ دوم ص۲۳۳)

۵۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے لیے ایک تعلیمی اسکیم پیش کرتے ہوئے تدوین فقہ جدید کی ضرورت کا تذکرہ

کرتے ہوئے فرمایا ۔
"ہمیں دیوبند اور لکھنؤ سے ایسے ذہین اور طباع لوگ منتخب کرنے چاہئیں جو قانون کا خاص ذوق رکھتے ہوں ۔ (اقبال نامہ ۔ حصہ دوم ص۲۲۵)
۶ ۔ مولانا قاری محمد طیب راوی ہیں کہ ایک بار کسی نے علامہ سے پوچھا کہ یہ دیوبندی کیا کوئی فرقہ ہے؟ کہا نہیں بلکہ ہر معقول پسند دیندار کا نام دیوبندی ہے ۔ (علمائے دیوبند کا مسلک ص۵۵)
۷ ۔ علامہ اقبال کی علماء دیوبند سے یہ عقیدت عمر کے آخری حصہ تک قائم رہی اور آپ کی ہمیشہ یہ خواہش و کوشش رہی کہ علامہ شبلی ۔ سید سلمان ندوی اور علامہ انور شاہ کشمیری جیسے علماء کو لاہور میں مستقل ٹھہرایا جائے اور ان سے استفادہ کیا جائے آپ عمر کے آخری حصہ میں "AID TO THE-
-STADY OF THE QURAN"
"INTRODUTION TO THE STUDY OF THE QURAN" کے
نام سے ایک کتاب لکھنا چاہتے تھے اس بارے میں لکھتے ہیں ۔
"چاہتا ہوں کہ کوئی انگریزی جاننے والا فاضل دیوبند میسر آجائے مجھے حوالجات تلاش کرکے دیتا رہے اور لکھتا رہے ۔ (ملفوظات ۔ مرتبہ ۔ محمود نظامی ۔ ۲۲۶)
افسوس کوئی انگریزی جاننے والا فاضل دیوبند علامہ کو نہ ملا آج سینکڑوں علماء انگریزی جاننے والے ہیں لیکن اب کوئی ایک اقبال سا مردم شناس باقی نہ رہا ۔
۸ ۔ ہندوستان میں علمائے دیوبند کا روحانی سلسلہ بیعت حضرت شاہ ولی اللہ تک پہنچتا ہے ۔ علامہ موصوف نے شاہ ولی اللہؒ کی نگاہِ دوررس کے بارے میں فرمایا ۔
"شاہ صاحب کی نگاہیں بڑی دوررس ہیں ایک ایسے زمانے میں جب حکومت اور عملداری کی طرح قوائے علم و عمل بھی ماؤف ہو رہے ہیں اور لوگوں کو دلچسپی تھی تو بیشتر چند فرسودہ اور طائل بحثوں سے شاہ صاحب کا سیاست اور معاش پر قلم اٹھانا ایک حیرت انگیز امر ہے ۔ وہ صحیح معنوں میں ہماری نشاۃ الثانیہ کے نقیب ہیں پھر فرمایا حجۃ اللہ البالغہ من جملہ ان تصنیفات کے ہے جنہوں نے مسلمانوں کے دل و دماغ کی رہنمائی کی ہے ۔" (اقبال کے حضور ۔ ص۲۵۳)
۹ ۔ مولانا ذوالفقار علی دیوبندی (والدِ گرامی شیخ الہند) کے بارے میں سید سلمان ندویؒ کو لکھتے ہیں ۔
"بصیریؒ کو چادر عطا ہونا کئی روایات میں آیا ہے گزشتہ خط میں اس کا حوالہ لکھنا بھول گیا تھا ۔ مولوی ذوالفقار علی دیوبندی نے شرح قصیدہ بردہ میں منجملہ اور روایات کے یہ روایت

بھی لکھی ہے۔ (اقبال نامہ حصہ اوّل ص۸۵)

علامہ اقبال شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے ایک خط کے بارے میں مولانا ندوی کو لکھتے ہیں۔

"معارف میں حضرت مولانا محمود الحسنؒ صاحب قبلہ کا ایک خط شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے طرفہ کا ایک مقبول عربی شعر نقل کیا ہے کیا آپ یہ بتانے کی زحمت گوارا کر سکتے ہیں کہ یہ خط مالٹا سے کونسی تاریخ کو لکھا گیا تھا۔ (اقبال نامہ۔ حصہ اوّل ص۹۵، ۹۶)

ان دونوں اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ موصوف اکابرین دیوبند سے بھرپور استفادہ فرماتے تھے۔ ان کے فتویٰ کو محل نظر خیال کرتے تھے۔ چنانچہ ترک موالات کے فتویٰ کے بارے میں انجمن حمایت اسلام کے جلسہ ۱۴ نومبر ۱۹۲۰ء میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"اس عرصہ میں میرے پاس متعدد فتوے موصول ہو چکے ہیں جن میں علمائے ہند کا ایک فتویٰ ہے جس پر انتالیس علماء کرام کے دستخط ہیں۔ علمائے فرنگی محل۔ علمائے مدرسہ الہیات کانپور کے فتویٰ بھی موصول ہو چکے ہیں ان کے علاوہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ کا فتویٰ بھی پہنچا ہے۔" (اقبال اور انجمن حمایت اسلام۔ ص۹۷)

۱۱۔ جناب اقبال کو شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے مسئلہ قومیت پر اختلاف تھا؛ یا علامہ اقبال کو مولانا مدنیؒ کے تقریری بیان کو سمجھنے میں غلطی ہوئی یا پریس نے دیدہ دانستہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ معاملہ کچھ بھی ہو اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دونوں بزرگوں کی نیت پر خلوص تھی اور دونوں کے پیش نظر مسلمانوں کی بہتری اور بھلائی تھی ایسا اختلاف جو خلوص پر مبنی ہو اس کا نتیجہ ہمیشہ اچھا برآمد ہوتا ہے چنانچہ جب طالوت صاحب نے علامہ کو حقیقت حال سے مطلع کیا تو علامہ نے جناب طالوت کو اپنے ۱۸ فروری ۱۹۳۸ء اور ۲۸ مارچ ۱۹۳۸ء کے خطوط میں تحریر فرمایا۔

"میں ان کے (مولانا مدنیؒ) احترام میں کسی اور مسلمان سے پیچھے نہیں ہوں۔"

نیز روزنامہ احسان لاہور کے مدیر کو لکھا "میں مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں۔" (انوار اقبال۔ ۱۶۹)

مولانا مدنیؒ کی وضاحت اور علامہ اقبال کی معذرت کے بعد بات ختم ہو گئی۔ پھر جو علمائے کرام مسلمانوں میں معروف و مقبول تھے جن کے اقوال و افعال مسلمانوں کے لیے نمونہ بن سکتے تھے ان سے بعض امور پر اصولی اختلاف کرنا امت کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے لیکن جن حضرات کے ملفوظات اور فتاویٰ کو عوام قابل توجہ نہیں سمجھتے تھے ان کو اقبالؒ نے بھی درخور اعتنا نہیں سمجھا اور یوں قوم کا بہت سا وقت ضائع ہونے سے بچا لیا۔

۱۲۔ علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ سے جناب اقبال کے خصوصی تعلقات تھے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ۔
"مجھ سے جس قدر استفادہ ڈاکٹر اقبال نے کیا کسی مولوی نے نہیں کیا ۔"

(صحیفہ اقبال نمبر حصہ اوّل ص ۲۸۳)

علامہ اقبال نے انور شاہ کشمیریؒ سے مسئلہ زمان ومکان ۔ مسئلہ ختم نبوت ۔ فتنہ ارتداد اور شاہ صاحب کے رسالہ "ضرب خاتم علی حدوث العالم" سے خاص طور پر استفادہ کیا ۔ شاعر مشرق نے ۱۹۲۸ء میں پنجاب یونیورسٹی اور نیٹل کالج کانفرنس لاہور میں اپنے صدارتی خطبہ میں کہا ۔

"مشہور حدیث " لاتسبوا الدھر فان الدھر ھو اللہ " میں دھر یعنی (TIME) کا جو لفظ آیا ہے اس کے متعلق مولوی سید انور شاہ کشمیری سے جو دنیائے اسلام کے جید ترین محدثین وقت میں ہیں میری خط وکتابت ہوئی ہے ۔" (انوار اقبال ۔ صہ ۲۵۵)

علامہ کی وفات پر ڈاکٹر صاحب نے بذات خود لاہور میں ایک تعزیتی جلسہ کا اہتمام کیا اور اپنی صدارتی تقریر میں بھرائی ہوئی آواز میں یوں خراج تحسین پیش کیا ۔

"اسلام کی ادھر کی پانچ سوسالہ تاریخ شاہ صاحب کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے ۔"

(بیس بڑے مسلمان ۔ ۲۷۵)

۱۳۔ مسئلہ وحدت الوجود میں اقبال اہل تصوف سے اختلاف کرتے تھے خواجہ حسن نظامیؒ کو ایک خط میں اس مسئلہ پر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے استفادہ کی تلقین کرتے ہیں ۔

"حضرت میں نے مولانا جلال الدین رومیؒ کی مثنوی کو بیداری میں پڑھا ہے اور بار بار پڑھا ہے آپ نے شاید اسے سُکر کی حالت میں پڑھا ہے کہ اس میں آپ کو وحدت الوجود نظر آتا ہے ۔ مولوی اشرف علی تھانویؒ سے پوچھیئے وہ اس کی تفسیر کس طرح کرتے ہیں اس بارے میں، مَیں انہی کا مقلد ہوں ۔

(مقالات اقبال ۔ صہ ۱۸۰)

۱۴۔ سید سلیمان ندویؒ "مولانا اشرف علی تھانویؒ" کے خاص مریدوں سے تھے ان کی علالت کی خبر سن کر مولانا مسعود عالم ندوی کو لکھا ۔

"مولانا سید سلیمان ندوی کی علالت کی خبر بہت متردد کر رہی ہے خدا تعالیٰ ان کو صحت عاجل مرحمت فرمائے ۔ میری طرف سے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر استفسار حالات کیجئے اس وقت علماء ہند میں وہ نہایت قابل احترام ہستی ہیں ۔ خدا ان کو دیر تک قائم رکھے ۔

(اقبال نامہ ۔ حصہ اوّل صہ ۱۰۴)

علامہ اقبالؒ آپ کی علمی عظمت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں ۔
"علوم اسلام کی جوئے شیر کا فرہاد آج ہندوستان میں سوائے سید سلیمان ندویؒ کے اور کون ہے ؟ ۔ (اقبال نامہ ۔ حصہ اوّل ۔ صـ۱۶۶)

۱۵۔ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مولانا ظفر علی خانؒ کو ۵ ستمبر ۱۹۲۹ء کو ایک مختصر خط ارسال فرمایا ۔
السلام علیکم ! ایک نہایت ضروری امر میں مشورہ کرنا ہے آج آٹھ بجے شام غریب خانہ پر تشریف لاکر مجھے ممنون فرمائیں ۔ مشورہ طلب امر نہایت ضروری ہے ۔ اُمید ہے آپ تکلیف فرمائیں گے ۔
(انوار اقبال ۔ صـ۹۴)

ضروری امر جیساکہ مولانا مہر صاحب فرماتے ہیں مسلمانوں کے فقہی مسائل کے متعلق مشورہ تھا ۔

۱۶۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے علامہ اقبال کو خصوصی تعلق تھا شاہ جی علامہ کو "مُرشد" اور ڈاکٹر صاحب شاہ جی کو "پیر جی" کہتے تھے ۔ شاہ جی کے بارے ڈاکٹر اقبال کا مشہور جملہ ہے ۔
"شاہ جی اسلام کی چلتی پھرتی تلوار ہیں"۔ (چٹان سالنامہ ۱۹۶۲ء صـ۱۷)

شاہ جی فرماتے ہیں کہ جب کبھی میں ان کے ہاں حاضر ہوتا تو وہ چارپائی پر گاؤ تکیہ کا سہارا لے کر بیٹھے ہوتے حقہ سامنے ہوتا ۔ دو چار کرسیاں بچھی ہوتیں ۔ صدا دیتا یا مُرشد فرماتے "آ بھئی پیرا" بہت دناں بعد آیاں ایں (بہت دنوں بعد آئے ہو ۔) علی بخش سے کہتے حقہ تازہ کر لاؤ اور گلی کے لیے پانی لاؤ ۔ کُلی فرماتے پھر ارشاد ہوتا ایک رکوع سناؤ میں پوچھتا کوئی تازہ کلام ؟ فرماتے ہوتا ہی رہتا ہے ۔ عرض کرتا لائیے کاپی منگواتے پہلے رکوع سنتے پھر وہ اشعار سناتے ۔ جو حضورؐ سے وابستہ ہوتے ۔

قرآن پاک سنتے وقت کانپنے لگتے لیکن جب حضورؐ کا ذکر ہوتا یا ان سے متعلق کلام پڑھا جاتا تو چہرہ اشک بار ہو جاتا ۔ حضورؐ کا ذکر ہمیشہ باوضو شخص سے سنتے اور خود ان کا نام بھی باوضو ہو کر لیتے تھے ۔ حضورؐ کے ذکر پر اس طرح روتے جس طرح ایک معصوم بچہ ماں کے بغیر روتا ہے ۔
(بیس بڑے مسلمان صـ۸۸۲)

مقدمہ رنگیلا رسول کے بارے میں ۸ جولائی ۱۹۲۷ء کو برکت علی اسلامیہ ہال میں علامہ اقبالؒ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا ۔
"مجھے مجلس خلافت کے ان ارکان سے ہمدردی ہے ۔ جو اپنی مجلس کی تجویز کے مطابق نیک نیتی سے یہ سمجھتے ہوئے قید ہوئے کہ وہ ایک پاک مقصد کی خاطر ایثار کر رہے ہیں خاص کر مولوی سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور خواجہ عبدالرحمٰن غازی ایسے مشہور کارکنوں کے ساتھ ہمدردی ہے ۔" (گفتار اقبال ۔ مرتبہ ۔ محمد رفیق افضل صـ۳۰)
(بقیہ صـ۶۴ پر)